خواتین اسلام کے لیے رول ماڈل، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

پاکباز بیٹیاں

مقالہ نگار

محمد نادِر فاروق

فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائیونڈ 2020

شریک کلیۃ الفنون 2021/22 جامعۃ الحسن ساہیوال

نگران اعلیٰ: مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ

نگران مقالہ: مولانا عبد الماجد عارفی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنے ان عظیم والدین کے نام کرتا ہوں جنہوں نے کسی دنیاوی مشغلے یا مادی علوم کی تحصیل کی بجائے ان علومِ قرآنی اور شریعتِ اسلامی کے حصول کی راہ پر لگایا اور جن کی بے مثال قربانی، نیک تمناؤں اور دعاؤں کے طفیل رب ذوالجلال نے اس خدمت کی سعادت اور توفیق بخشی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب فرمائے اور ان کا سایہ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ (آمین)

اور اپنے بچپن کے گلشن علمی مدرسہ ابوہریرہ اڈہ گورمانی کے نام کرتا ہوں، جس کے آغوشِ تربیت اور پر کیف فضاؤں میں اس وقت قلم پکڑنا اور لکھنا سیکھا، جب ایک سطر لکھنا بھی میرے بس میں نہ تھا اور جس کے نورانی ماحول میں تعلیمی سفر کا پہلا قدم اٹھانے کی سعادت ملی۔ نیز جامعۃ الحسن ساہیوال کے نام، جہاں کے پر سکون علمی، تصنیفی اور نورانی، پر کیف ماحول نے احقر کو تعلیم و تربیت سے آشنا کیا اور یہ ادنیٰ سی تحریر وجود میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں اداروں کو دن دگنی، رات چگنی ترقیاں عطا فرمائے اور ان سے امت مسلمہ کو استفادہ کی توفیق بخشے۔ (آمین)

اظہار تشکر

اس مقالہ کو لکھنے میں جن لوگوں نے میری مدد اور حوصلہ افزائی کی یا کسی بھی طرح اس کے وجود میں آنے کا سبب بنے، میں ان تمام حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔

بالخصوص جامعۃ الحسن ساہیوال کے تمام اساتذۂ کرام کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتا ہوں، جن کی بے پناہ شفقتوں اور تعلیم و تربیت میں بے لوث جدوجہد سے میں اس قابل ہوا کہ چند سطریں تحریر کر سکوں اور جن کی مکمل رہنمائی اور ہر موڑ پر شفقت، توشۂ سفر ثابت ہوئی۔ اور پھر وہ جو ظلمتِ شب کی گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہمارے لیے روشن چراغ ہے، وہ کاروانِ اہل علم و تحقیق کا میر کارواں، شفیق الطلباء استاذ العلماء استاذی و مربّی مفتی ساجد الرحیم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (مدیر جامعۃ الحسن ساہیوال) کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جنہوں نے ہمیں تعلیم و تربیت کا پر سکون اور ساز گار ماحول مہیا کیا اور اپنی اولاد سے بڑھ کر ہماری تعلیم و تربیت فرمائی اور ہمیں ایک وژن اور مقصد کے تحت زندگی گزارنے کا طریقہ سکھلایا۔ اس کے ساتھ ساتھ صحافت کے ہمارے استاد جناب مفتی ماجد عارفی صاحب (مدیر ماہنامہ "دین کی دنیا") کا بھی بے حد ممنون و مشکور ہوں جن کی وجہ سے میں اس قابل ہوا کہ اپنے کمزور قلم سے چند سطریں تحریر کر سکوں اور جو میرے مقالہ لکھنے میں ہر لمحہ اصلاح اور مکمل طور رہنمائی فرماتے رہے، جن کی وجہ سے چند سطریں مقالہ کی صورت اختیار کر گئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان تمام حضرات کو اپنے شایان شان بدلہ عطا فرمائے اور دارین کی خوشیاں و راحتیں نصیب فرمائے۔ (آمین)

دعاؤں کا طالب

محمد نادر فاروق

(متعلم جامعۃ الحسن ساہیوال)

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	پیش لفظ	3	25	سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ہجرت	16
2	سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ	4	26	سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی	17
3	ابتدائی دورِ نبوت میں زینب رضی اللہ عنہا کی خدمات	4	27	قابل رشک ازدواجی زندگی	17
4	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح	5	28	سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات	18
5	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہار کا واقعہ	5	29	سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی تدفین	18
6	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت کا واقعہ	6	30	سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات کا حضور ﷺ کو صدمہ	18
7	ابو سفیان کا مشورہ	7	31	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ	19
8	ابو العاص کا اسلام لانا	7	32	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچپن	19
9	چند فوائد و نصائح	8	33	بچپن کا ایک واقعہ	20
10	سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد	8	34	شعب ابی طالب میں محصوری	20
11	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات	9	35	مدینہ کی طرف ہجرت	21
12	سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ	10	36	سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی	21
13	ابتدائی حالات اور قبول اسلام	10	37	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز	22
14	سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان سے نکاح	10	38	مسلمان خواتین کے لیے سبق	22
15	حضورؐ کی صاحبزادیوں کا دین کی خاطر تکالیف سہنا	11	39	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی	22
16	سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا بے مثال ازدواجی جوڑا	11	40	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گھریلو زندگی	23
17	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی حبشہ کی طرف ہجرت	12	41	غزوہ احد میں خدمات	24
18	حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کا سفر	13	42	حضور ﷺ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت	24
19	چند فوائد و نصائح	13	43	حضور ﷺ کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رازدارانہ گفتگو	25
20	سیدہ رقیہ کی اپنے خاوند کے ساتھ ہجرتِ مدینہ	14	44	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی علالت اور انتقال	25
21	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری	14	45	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ اور تدفین	26
22	حضورؐ کو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا صدمہ	15	46	اولاد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	26
23	سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ	16	47	اختتامی کلمات	26
24	اسلام کے لیے آزمائش	16	48	مراجع و مصادر	27

پیش لفظ

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

محترم قارئین کرام! زیرِ نظر مقالہ چند ایسی بے مثال ہستیوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے کہ جب ان کے ذکرِ خیر کے لیے الفاظ کو تعبیر کی لڑی میں پرویا جاتا ہے، تو وہ الفاظ ایسی مقناطیسیت حاصل کر لیتے ہیں کہ جو دلوں کو کھینچ لیتی ہے۔ اس تذکرہ سے مقصود ان عظیم ہستیوں کا تعارف نہیں، کیونکہ یہ تعریف و تعارف کی محتاج ہی نہیں.... بلکہ اپنے الفاظ کو قیمتی، کلام کو قابلِ وقعت اور قلم کو قابل قدر بنانے کی سعی ہے۔

تاریخِ انسانی کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اس میں عورتوں کی داستاں نہایت دردناک ہے۔ چونکہ عورت جسمانی اعتبار سے مرد سے کمزور تھی، اس لیے اس کی شخصیت کو ہمیشہ پامال کیا جاتا رہا۔ عرب کے زمانہ جاہلیت کو دیکھا جائے تو وہاں بھی عورت کی شخصیت کو کچلا گیا، اس کی خرید و فروخت ہوئی، لڑکی کی پیدائش کو انہوں نے اپنی ذلت تصور کیا اور انہیں زندہ درگور کیا، لیکن اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے انسانی اقدار کو زندہ کیا اور عورت کی کھوئی ہوئی عزت کو بحال کیا، عورتوں کے سلسلے میں قوانین وضع کیے، اسلام نے عورتوں کو ان کے حقوق دلائے، میراث کا مسئلہ ہو، تعلیم و تربیت کا معاملہ ہو، ان کی شادی بیاہ کا قصہ ہو، غرضیکہ ہر معاملے میں واضح احکام و قوانین موجود ہیں۔

آج کے جدید دور میں جب انسان آسمان کی وسعتوں میں اور زمین کی گہرائیوں میں مصروف تحقیق ہے، یورپ اور دیگر ممالک میں ترقی کے نام پر عورت کی جو تذلیل ہو رہی ہے اور وہ کھلونا بنی ہوئی ہے، اس سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے اور ان پاک سیرت صحابیات کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیے، تاکہ ان کے واقعات، ان کی شخصیت، ہماری خواتین کے ذہنوں کو دین کی طرف لانے کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں اور جس سے ہماری زندگیوں میں نور پیدا ہو۔ زیرِ نظر مقالہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں، بندہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تذکرہ سے ابتدا کی ہے۔ انہوں نے دین کی خاطر کتنی قربانیاں دیں، اپنے خاوند ابو العاص کو چھوڑا، صرف اس لیے کہ وہ اسلام نہیں لائے اور ہجرت کرتے ہوئے "ہبار بن اسود" کی ایذاء رسانیوں کو جھیلا، جس کی وجہ سے ان کو زخم آ گئے، ان کا حمل بھی ضائع ہو گیا اور بعد میں ابو العاص رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو ان کے نکاح میں واپس کر دیا۔ پھر وہی پرانا ہجرت والا زخم ہی ان کی وفات کا سبب بنا۔ اس کے بعد میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ وام کلثوم رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کیا کہ انہیں کس قدر پریشانیوں، مصیبتوں اور ناگواریوں سے واسطہ پڑا، پہلے ابو لہب کے بیٹوں سے نکاح.... پھر وہاں سے طلاق لے کر اپنے والد کے یہاں آئیں، پھر ایک ایک کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا اور اس سے بڑھ کر کیا بات ہو گی کہ انہوں نے جوانی کی شادابی کے دنوں میں اس دنیا سے کوچ کیا، ان سب موضوعات کو میں نے اس مقالہ میں جگہ دی۔ پھر اس مقالہ کے آخر میں جنتی عورتوں کی سردار سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مبارک تذکرہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے نکاح کا تفصیلی بیان اور زندگی میں ان کو آنے والی مصیبتیں... کہ وہ دنیا کی دوسری عورتوں سے دنیاوی امور میں کوئی ممتاز حیثیت نہ رکھتی تھیں، بلکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عام مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کی۔ غرضیکہ ان صاحبزادیوں کی زندگی ایک جامع اور ہمہ گیر زندگی تھی، جس میں مسلمانوں کے لیے سیکھنے کا بہت بڑا سبق بلکہ اسباق موجود ہیں۔ اگر آج کی مسلمان عورت ان کی مثالی زندگی کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی گزارے، تو دونوں جہاں سنوار سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی صحابہ کرام کی زندگیوں کو سمجھیں، ان کی صفات کو اپنے اندر پیدا کریں۔ (آمین)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کی والدہ محترمہ کا نام خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بنی اسد ہے۔

ولادت باسعادت:

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شادی 40 سال کی عمر میں ہوئی۔ اس بابرکت نکاح کے پانچ برس بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت تیس برس کے قریب تھی۔ ظہورِ اسلام کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر قریباً دس سال کو پہنچ چکی تھی، اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مشرف باسلام ہوئی تھیں اوران کے ساتھ ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد بھی اسلام میں داخل ہوئی۔

اولاد کے رجحانات اور خیالات پر فطری طور پر ماں زیادہ اثر انداز ہوتی ہے، ان صاحبزادیوں کا ابتدا سے ہی مشرف باسلام ہو جانا ازخود واضح اور اصول فطرت کے مطابق ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی ہیں، بعثتِ نبویؐ سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں اور اسلام لائیں، بدر کے بعد ہجرت کی، اپنے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع سے بیاہی گئیں۔ (بنات اربعہ: 95، دار الکتاب)

ابتدائی دورِ نبوت میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خدمات:

سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قوم کو دعوتِ دین دینا شروع کی اور قوم قریش کو اسلام کی طرف بلایا تو وہ لوگ سخت برہم ہوئے۔ اسلام کی دعوت زبان سے سننے کے لیے وہ ہرگز آمادہ نہیں تھے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ اس دور کا ایک واقعہ حدیث شریف کی کتابوں میں منقول ہے، جس سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خدمات نمایاں ہوتی ہیں۔

> "علامہ الہیثمیؒ نے طبرانی کے حوالے سے الحارث بن الحارث کی زبانی نقل کیا ہے: کہ وہ اپنے باپ حارث کے ساتھ ایک دفعہ مکہ شریف پہنچا، لوگ ایک شخص کے گرد جمع تھے جس کو وہ صابی (نیا دین اختیار کرنے والا) کہتے تھے۔ یہ صاحب، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو لوگوں کو توحید اور ایمان باللہ کی دعوت دے رہے تھے، لیکن لوگ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رد کر رہے تھے۔ دوپہر تک یہ سلسلہ جاری رہا، حتی کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے۔ اس وقت ایک نوعمر خاتون آئیں جو (پریشانی میں) دوپٹہ پیچھے ڈالے ہوئے تھیں، پانی کا بڑا پیالہ اور ایک رومال اٹھائے ہوئے تھیں۔ یہ چیزیں اس نے آپؐ کی خدمت میں پیش کیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی نوش فرمایا اور ہاتھ منہ صاف کیا۔ پھر نظر اٹھا کر ارشاد فرمایا: "بیٹی! دوپٹہ کو سینے پر ڈال لو اور ان حالات میں اپنے والد پر (ہلاکت کا) کوئی خوف نہ کرنا"۔ ہم نے کہا کہ یہ کون خاتون ہیں؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب ہیں"۔
>
> (بنات اربعہ: 100، دار الکتاب) (المعجم الکبیر: 2/365، دار الکتب العلمیہ)

اس واقعہ سے درج ذیل چیزیں سمجھ میں آرہی ہیں:

دینِ اسلام کے ابتدائی مشکل دور میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے والد شریف کی معاونت و مدد میں ہر وقت مصروف رہتی تھیں اور طاقت واستطاعت کے مطابق خدمات سرانجام دیتی تھیں۔ اس دور میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادنیٰ تعاون بھی کوئی آسان کام نہیں تھا، بلکہ اپنی جان کو خطرات میں ڈالنا تھا۔ ان جاں گزار اور مشکل ترین مراحل میں ہلاکتِ نفس کے خطرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عزیزہ کو بڑی شفقتوں کے ساتھ تسلی دیتے تھے کہ ہمیں اس کا کوئی خوف وہراس نہیں، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہے۔ دین کے دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

یہ دور جس طرح خدا کے آخری رسول ﷺ کے لیے دشوار تھا، اسی طرح ان کی اولاد شریف اور دخترانِ عزیز کے حق میں بھی مشکل ترین تھا۔ ناموافق حالات میں بھی دینِ حق کی حمایت میں ان معصومات طاہرات کا کوشاں رہنا اور اسلام کے فروغ میں معاونت جاری رکھنا، ان کے دینی معیار و کردار کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ جو تمام امت مسلمہ کی خواتین کے لیے قابلِ رشک اور لائقِ تقلید ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا، ابو العاص بن ربیع سے بیاہی گئیں، اس کا پس منظر کچھ اس طرح ہے:

ابو العاص کا مکہ کے ان لوگوں میں شمار تھا جو مال، امانت اور تجارت کے لحاظ سے کافی مشہور تھے۔ اور یہ ہالہ بنت خویلد کے فرزند اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ (زینب سے) ابو العاص کا نکاح کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کی مخالفت نہیں فرمایا کرتے تھے۔ یہ واقعہ آپؐ پر نزولِ وحی سے پہلے کا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح کر دیا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابو العاص کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھتی تھیں، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو نبوت کی عزت عطا فرمائی تو آپ ﷺ پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپؐ کی لڑکیاں تو ایمان لائیں اور تصدیق کی، اس بات کی گواہی دی کہ جو آپؐ لائے ہیں وہ سچ ہے، ان سب نے آپ ﷺ ہی کا دین اختیار کر لیا، لیکن ابو العاص اپنے شرک ہی پر جمے رہے۔

قوم کی طرف سے طلاق دلانے کا منصوبہ اور ابو العاص کا انکار:

آنحضرت ﷺ نے عرب کے عام دستور کے مطابق اپنی صاحبزادیوں کے نکاح اپنی قوم اور قبیلہ میں کر دیے تھے۔ اہلِ مکہ کی اسلام کے ساتھ مخالفت و عناد اس درجہ تک پہنچ چکی تھی کہ انہوں نے ہر معاملے میں مشکلات کھڑی کرنا اپنا کام اور نصب العین بنا لیا، حتیٰ کہ ازدواجی زندگی میں بھی انہوں نے مخالفت کی راہ اختیار کی۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم نے محمد ﷺ کو ان کی فکروں سے سبکدوش کر دیا ہے، اس لیے محمدؐ کی بیٹیوں کو اس کے پاس لوٹا دو اور ان کی فکر میں محمد (ﷺ) کو مشغول کر دو۔ تو ان سب نے ابو العاص کو اس سلسلہ میں جا کر مجبور کیا کہ آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دو اور قریش کی جو عورت تو چاہے اس سے تیرا نکاح کر دیں گے۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں، واللہ! ایسی حالت میں نہ تو میں اپنی بیوی کو چھوڑوں گا اور نہ ہی اس کے عوض قریش کی کسی عورت کو پسند کروں گا اور نہ ہی قریش کی کوئی عورت اس کے عوض مطلوب ہے۔ (سیرت ابن ہشام (اردو): 2/164، رحمانیہ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہار کا واقعہ:

جنگِ بدر میں جب اہلِ اسلام کو فتح ہو گئی تو کفار کو اہلِ اسلام نے قید کر لیا اور قیدیوں کو مرکزِ اسلام (مدینہ) میں لایا گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ فیصلہ ہوا کہ جو لوگ بدر میں قید کر کے یہاں لائے گئے ہیں ان سے معقول معاوضہ لے کر انہیں رہا کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں ابو العاص بن ربیع بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو کر آئے تھے۔

یاد رہے کہ ابو العاص وہ شخص تھے جو اپنی قوم کے ہاتھوں مجبور ہو کر کفار کے ساتھ آئے، لیکن انہوں نے اہل اسلام میں سے کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔ تاہم ان کا شمار مخالفین ہی میں ہوا۔ پھر اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کی رہائی اور خلاصی کے لیے فدیے بھی مدینہ طیبہ بھیج دیے تھے، جس میں ابو العاص کی رہائی کے لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار (جو ان کو اماں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہدیہ ملا تھا) ابو العاص کے فدیے کے طور پر مدینہ طیبہ بھیجا۔ مدینہ شریف میں یہ فدیے اور معاوضے رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیے گئے اور ابو العاص کا معاوضہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہار کی شکل میں پیش ہوا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر نظر فرمائی تو آنجناب ﷺ پر

(بلا اختیار) رقت طاری ہو گئی اور اس ہار کو دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دور کی یاد تازہ ہو گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت کے اثر میں تمام اہل مجلس متاثر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا: "اگر تم ابو العاص کو رہا کر دو اور زینب رضی اللہ عنہا کے اس ہار کو جو ابو العاص کے عوض میں انہوں نے بھیجا ہے واپس کر دو، تو تم ایسا کر سکتے ہو" اس وقت صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جناب کا ارشاد درست ہے، ہم ابو العاص کو بلا معاوضہ رہا کرتے ہیں اور زینب رضی اللہ عنہا کے ہار کو واپس کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے عہد اور وعدہ لیا تھا کہ جب آپ مکہ پہنچیں تو زینب کو ہمارے ہاں بھیج دینا۔ چنانچہ ابو العاص کو بلا معاوضہ رہا کر دیا گیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا والے ہار کو بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف واپس بھیج دیا گیا۔ (دلائل النبوۃ: 3/154، دار الکتب العلمیہ)

اس واقعہ سے حاصل ہونے والا سبق:

یہ واقعہ ہماری امت مسلمہ کی ماؤں بہنوں کے لیے ایک سبق ہے کہ کس طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابو العاص کو رہا کروانے کے لیے اپنی والدہ کا دیا ہوا قیمتی ہار (جو ان کی والدہ نے ان کو جہیز میں دیا تھا) بھیج دیا۔ حالانکہ جہیز میں دیا ہوا اور خصوصا والدہ کا دیا ہوا تحفہ عورت کو کتنا محبوب اور عزیز ہوتا ہے، جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کی خاطر قربان کرنا چاہا اور خاوند بھی وہ جو ابھی تک اسلام میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے اور وہ جنگ میں بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے والد کے مخالفوں کے ساتھ گئے ہوئے تھے، پھر بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کی محبت میں اپنا ہار ان کی رہائی کے لیے بھیج دیا۔

اس سے ہماری ماؤں اور بہنوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ اپنے شوہروں کی عزت وناموس کی لاج رکھیں اور ان کی ہر مشکل گھڑی میں ان کا ساتھ دیں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں کہ ہم آپ کے ساتھ کھڑی ہیں، چاہے جیسے بھی حالات آجائیں، کشادگی ہو یا تنگی، خوشی ہو یا غمی، تندرستی ہو یا بیماری ہر حال میں اپنے شوہروں کے کندھوں سے کندھا ملا کر کھڑی رہیں۔ اسی پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش ہوں گے اور ہماری گھریلو زندگی بھی خوشگوار بنے گی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت کا واقعہ:

جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو العاص کو رہا کیا تھا تو اس سے اقرار اور وعدہ لیا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیج دیں گے، تو ان کے پیچھے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ایک انصار میں سے ایک شخص کو اسی وقت روانہ فرما دیا۔ اور فرمایا:

”كُونَا بِبَطْنِ يأْجِجَ حتّٰى تَمرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصحَبَاهَا حتّٰى تأْتِيَانِيْ بِهَا“ ترجمہ: تم دونوں (جا کر) بطن یاجج میں رہو، یہاں تک کہ تمہارے پاس زینب گزرے (جب وہ تمہارے پاس سے گزرے) تو اس کے ساتھ ہو جاؤ یہاں تک کہ اس کو میرے پاس لاؤ۔

پس وہ دونوں اسی وقت نکلے، یہ واقعہ بدر کے ایک مہینے بعد کا تھا۔ جب ابو العاص مکہ میں آئے تو انہوں نے زینب رضی اللہ عنہا کو جا کر اپنے والد سے ملنے کا حکم دیا تو وہ جانے کی تیاری کرنے لگیں، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اپنے سفر کی تیاری کر چکیں تو ان کا دیور کنانہ بن ربیع ان کے پاس اونٹ لایا اور وہ اس پر سوار ہو گئیں، کنانہ نے اپنا کمان اور ترکش لے لیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر دن کے وقت اس اونٹ کی نکیل کھینچتا ہوا لے چلا، اس حال میں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ قریش کے لوگوں میں اس کا چرچا ہوا اور وہ ان کی تلاش میں نکلے، حتی کہ انہوں نے ان کو "ذی طوی" میں آ پکڑا، پہلا وہ شخص جو ان تک پہنچا وہ ہبار بن اسود تھا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ہودج ہی میں تھیں کہ ہبار نے انہیں برچھی سے ڈرایا۔ لوگوں کا دعوی ہے کہ وہ حاملہ تھیں، جب انہیں ڈرایا دھمکایا گیا تو ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ ان کا دیور بیٹھ گیا اور اپنے ترکش کے تیر پھینک دیے اور کہا: واللہ! جو شخص میرے نزدیک آئے گا، اس کو میں اپنے تیر کا نشانہ بناؤں گا، آخر کار لوگ اس کے

پاس سے ہٹ گئے۔

ابوسفیان کا مشورہ:

ابوسفیان قوم کے کچھ بڑے لوگوں کو لیے ہوئے آیا اور کہا: اے شخص! اپنے تیروں کو روک، کہ ہم تجھ سے بات چیت کریں۔ کنانہ نے تیر روک لیے، ابوسفیان آگے بڑھا اور اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور کہا: تونے سیدھی راہ اختیار نہیں کی، اس عورت کو لیے ہوئے دن دہاڑے سب لوگوں کے سامنے نکلا ہے اور تجھے ہماری مصیبت اور ذلت کا بھی علم ہے اور محمد (ﷺ) کی جانب جیسی بربادی ہم پر آئی وہ بھی تجھے معلوم ہے، ایسی حالت میں جب تو اس کی بیٹی کو اس کی جانب کھلم کھلا ہمارے درمیان سے لے کر جائے گا تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ واقعہ بھی اسی ذلت کے سبب سے رونما ہوا ہے اور یہ کہ اس کا وقوع بھی ہماری ضعف اور کمزوری کے سبب سے ہوا ہے، اپنی عمر کی قسم! ہمیں اس کو اس کے باپ سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہمیں کوئی انتقام مطلوب ہے، لیکن (اس وقت تو) اس عورت کو لے کر لوٹ جا، یہاں تک کہ جب آوازیں خاموش ہو جائیں اور لوگ یہ کہنے لگیں کہ ہم نے اس کو لوٹا دیا ہے، پھر اس کو چپکے سے لے کر نکل جانا اور اس کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا۔ اس نے ایسے ہی کیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا چند روز وہیں رہیں، یہاں تک کہ جب آوازیں خاموش ہو گئیں، تو انہیں لے کر وہ رات کے وقت نکلا اور زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی کے حوالے کر دیا، وہ دونوں انہیں لیے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔

(دلائل النبوۃ: 3/155، دار الکتب العلمیہ)

خلاصہ:

جس طرح مسلمان مردوں نے ہجرت میں بڑی بڑی تکلیفیں اور اذیتیں اٹھائیں اسی طرح اہل اسلام کی عورتوں نے بھی ہجرت کرنے میں مختلف تکالیف برداشت کیں۔ عورت چونکہ مردوں کی بنسبت فطرتاً کمزور اور ضعیف ہے، وہ معمولی سی تکلیف میں بھی نہایت پریشان اور خوفزدہ ہو جاتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے سفر ہجرت کے دردناک واقعات اوپر ذکر ہو چکے ہیں کہ کس طرح ظالموں نے ان کو ہجرت کرنے سے روکا اور ڈرایا دھمکایا، حتی کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو سواری سے گرا دیا گیا، وہ چٹان پر گریں، جس کی وجہ سے سخت چوٹ آئی اور خون جاری ہو گیا۔ انہوں نے یہ سب تکالیف صرف دین کی خاطر برداشت کیں اور آپ علیہ السلام کی بیٹی ہونے کی وجہ سے ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

اہل اسلام کی عورتوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ نبی کی بیٹی ہے جو دین اسلام کے لیے تکلیفیں برداشت کر رہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ دین کی خاطر چاہے جتنی بھی تکالیف آئیں ان کو برداشت کر کے ان پر صبر کرنا چاہیے۔ ہمارے زمانے کی تکالیف ان کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ جب انہوں نے تکالیف برداشت کیں تو ان کو دربار نبوی سے ایک فضیلت ملی۔ آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا: "هِيَ خَيْرُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ فِيَّ" یعنی میری بیٹیوں میں زینب سب سے افضل ہیں جنہیں میری وجہ سے اذیت دی گئی۔

ابوالعاص کا اسلام لانا:

ابوالعاص جب تک اسلام نہیں لائے تھے، مکہ میں مقیم رہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے والد شریف کے ہاں مدینہ میں مقیم رہیں۔ مکہ معظمہ والے تجارت کے سلسلے میں شام کی طرف سفر کیا کرتے تھے، ایک تجارتی قافلہ شام سے واپس ہوا، جس میں ابوالعاص قریش کے اموالِ تجارت کے نگران تھے۔ مسلمانوں کو ان کی واپسی کا علم ہو گیا، انہوں نے اس قافلے کو گرفتار کر لیا اور ان کے اموال کو اپنی نگرانی میں لے

لیا، ابو العاص نے قافلہ والوں سے بچتے ہوئے قافلہ سے پہلے ہی مدینہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں پناہ لے لی۔ عام مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع نہیں تھی، جب صبح کی نماز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد عورتوں کی صفوں میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آواز دی کہ اے مسلمانو! میں نے ابو العاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: جو کچھ میں نے سنا تم نے بھی سن لیا ہے، صحابہ نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہ! اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم مجھے بھی اس سے پہلے اس پناہ کا کچھ علم نہ تھا، جب مسلمانوں کا ادنی آدمی بھی کسی کو پناہ دے دے تو اس کی پناہ اسلام میں منظور کی جاتی ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کے گھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اے پیاری بیٹی! ان کی خاطر داری اچھی طرح کرنا، ان کو باعزت رکھنا اور اس سے ہٹ کر رہنا کہ تم اس کے لیے حلال نہیں ہو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیجا جنہوں نے ابو العاص کے اموال کو ضبط کر لیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوا کہ ابو العاص کا تمام مال اس کی طرف واپس کر دیا جائے۔ چنانچہ ابو العاص نے اپنا تمام مال وصول کیا اور واپس آ گئے، مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد جن لوگوں کے مال ابو العاص کے پاس تھے ان تمام کو بلوایا، ان کے اموال ان کو واپس کر دیے، پھر کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! مدینہ منورہ میں مجھے اسلام لانے سے صرف یہ چیز مانع رہی کہ کہیں تم یہ گمان نہ کرنے لگو کہ میری نظریں تمہارا مال ہڑپ کرنے پر لگی ہوئی تھیں، پھر مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ان کا اسلام بڑا پختہ ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاحِ اول پر ہی ابو العاص کی طرف واپس کر دیا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد: 11/31، نعمانیہ)

چند فوائد ونصائح:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ دونوں کے حق میں مذکورہ بالا واقعہ اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

کس طرح ابو العاص مسلمانوں کی گرفت سے بچتے ہوئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں پناہ لے لیتے ہیں اور وہ بنا کچھ پوچھے، بلا جھجکے اپنے خاوند کی پاسداری کرتے ہوئے انہیں پناہ دے دیتی ہیں، پھر اس پناہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی منظور فرمالیتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ابو العاص ابھی تک اسلام بھی نہیں لائے تھے، پھر بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دی اور علی الاعلان اپنے پناہ دینے کو سب کے سامنے بیان کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خاطر و تواضع کا حکم بھی صادر فرمایا۔ یہ سب چیزیں ہماری امتِ مسلمہ کی ماؤں بہنوں کو یہ درس دیتیں ہیں کہ تمہارے خاوند کتنے ہی برے اور بد مزاج کیوں نہ ہوں، تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ان کا ساتھ چھوڑ دو یا ان کو اکیلا چھوڑ دو، بلکہ ان کا ہر مشکل میں ساتھ دیں اور ان کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کریں۔ ان کے لیے دعا کریں اور ان کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کریں۔ یہ نہیں کہ تھوڑی سے تکلیف پہنچی اور میکے چلی گئی کہ اب تو میں نے خاوند کے ساتھ رہنا ہی نہیں ہے۔ خواتینِ اسلام امت کے بیٹوں کی اولین رہنما ہیں۔ یہیں سے امت کے بہادروں کی تربیت ہوتی ہے اور آگے جا کر یہی نوجوان بہادر دین اسلام کا علم بلند کرتے ہیں۔ دیکھیے کہ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اُن سب تکلیفوں اور مصائب کو برداشت کرنے کا ثمرہ اور برکت تھی کہ ابو العاص رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں واپس کر دی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ سب سے بڑے بیٹے کا نام، علی تھا، ایک چھوٹا بیٹا بچپن میں ہی داغِ مفارقت دے گیا۔ ایک صاحبزادی تھی، جس کا نام امامہ بنت ابی العاص تھا۔

علی بن ابی العاص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں پرورش پائی اور جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت ان کو حاصل رہی، جب فتح مکہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ امامہ بنت ابی العاص کی ولادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی

کے گھر میں پرورش پاتی رہیں، آپ ﷺ کو ان سے حد درجہ محبت تھی، جس طرح حسنین شریفین کو اپنے کندھے پر اٹھایا کرتے تھے، اسی طرح ان کی خالہ زاد بہن امامہ رضی اللہ عنہا کو بھی اٹھایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی توجہاتِ کریمانہ سے یہ تمام اولاد مستفید ہوتی تھی اور یہ سلسلۂ عنایت ہمیشہ قائم رہتا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ شریف سے ہجرت کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم رہیں اور ہجرت کے مصائب انہوں نے بڑے تحمل کے ساتھ برداشت کیے تھے۔ واقعہ ہجرت میں آپ رضی اللہ عنہا، مخالفین کے ہاتھوں زخمی بھی ہو گئیں تھیں، کچھ دنوں تک ان کا وہی سابقہ زخم ایک دفعہ بھر گیا تھا، پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ تازہ ہو گیا اور یہی زخم ان کی وفات کا سبب بنا، ان کی وفات سن 8 ہجری میں ہوئی۔ ان کی وفات کی وجہ سے سردارِ دو عالم ﷺ نہایت غمگین ہوئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی باقی بہنیں اور مسلمان عورتیں اس حادثہ کی وجہ سے نہایت پریشان اور غمزدہ ہوئیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لیے جب جنازہ کی تیاری ہوئی تو خود سرکارِ دو عالم ﷺ نے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھائی، جو ایک عظیم شرف ہے اور امت کے خاص خاص افراد کو حاصل ہوا ہے۔ جس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا جنازہ ہو چکا، اس کے بعد ان کی تدفین کا مرحلہ طے ہوا۔

خلاصہ:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات امتِ مسلمہ کے لیے اور خصوصاً حضور ﷺ اور حضورؐ کی دوسری اولاد شریف کے لیے سانحۂ عظیمہ تھا، جس وقت باپ کے سامنے اس کی بیٹی دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہی ہو، اس وقت کیسا سخت منظر ہو گا؟ اور آس پاس سے چیخنے اور رونے کی آوازیں سنائیں دے رہیں ہوں اور ایک باپ اور مربّی ان کو خاموش کرا رہا ہو، اس حالت میں حضور ﷺ کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی؟ جس بیٹی سے اتنی محبت تھی کہ ان کے لیے آپؐ نے اپنا تہ بند تک دے دیا کہ میرے تہ بند کو میری بیٹی کے کفن میں شامل کر دو، جس بیٹی کے غسل کے لیے اپنی ازواج (یعنی ام المؤمنین حضرت سودہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما) کو بھیجا ہو اور خود خاص نگرانی کی ہو، جس بیٹی کے غسل وکفن اور جنازہ سے لے کر قبر میں دفنانے تک ساتھ رہے ہوں، اس نبی اقدسؐ کے دل پر کیسا صدمہ ہو گا؟ اور یہ صدمہ بھی آپ ﷺ کو دین کی وجہ سے پہنچا، (کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کا سبب ہجرت والا زخم ہی تھا، جس کی وجہ سے علماء نے ان کا لقب "شہیدہ زینب" تجویز کیا ہے) یہ ساری تکالیف آپ ﷺ نے دین کی خاطر برداشت کیں۔ پھر قبر پر ہی بس نہیں کی، بلکہ قبر میں اتر کر آپ ﷺ نے ان کے سفر آخرت کا مرحلہ بھی اپنی خصوصی شفاعت سے طے فرما دیا اور قبول شفاعت کو آپ ﷺ نے اس عالم میں علی الاعلان بیان فرما دیا۔

یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں بلند فضیلت ہے جو ان کو دربارِ نبوت سے ملی۔ نیز یہ اہل اسلام کی خواتین کے لیے عبرت کا سامان ہے کہ قبر کا مرحلہ، کوئی معمولی مرحلہ نہیں ہے، اس کی فکر اور تیاری رکھنا، دین کے اہم ترین امور میں سے ہے۔ جب آنجناب ﷺ کی اولاد کے لیے یہ حالات پیش آرہے ہیں، تو دوسروں کو ان واقعات کے متعلق خصوصی غور و فکر کی ضرورت ہے۔

﴾سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم﴿

نام و نسب:

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں، ان کی والدہ کا نام سیدہ خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بنی اسد ہے۔ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تین برس بعد پیدا ہوئیں، یعنی اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تینتیس (33) برس تھی۔

ابتدائی حالات اور قبول اسلام:

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں تربیت پائی اور جب پیغمبرؑ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو اس وقت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک سات سال تھی۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح:

اسلام سے قبل اس دور کے دستور کے مطابق سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاحبزادیوں (سیدہ رقیہ وام کلثوم رضی اللہ عنہما) کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے دونوں لڑکوں (عتبہ اور عتیبہ) کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ نکاح صرف نسبت کی حد تک تھا، رخصتی نہیں ہوئی تھی، پھر جب اسلام کا دور شروع ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی، توحید کی آیات اترنے لگیں، کفر و شرک کی مذمت علی الاعلان بیان کی گئی۔ حتی کہ سورۃ (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ الخ) نازل ہوئی، اس پر کفار مکہ کی عداوت اہل اسلام کے ساتھ انتہا کو پہنچ گئی اور ابولہب کا غیظ و غضب اخلاق کی حدود سے تجاوز کر گیا۔ حتی کہ ابولہب نے اپنے دونوں لڑکوں کو حکم دیا کہ اگر تم محمد بن عبد اللہ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو میں تم کو منہ نہیں لگاؤں گا اور تمہارا چہرہ تک نہیں دیکھوں گا۔ یہ طلاق اس وقت ان صاحبزادیوں کا غیبی اعزاز تھا، تقدیر الٰہی نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ پاک صاحبزادیاں عتبہ اور عتیبہ کے ہاں نہ جا سکیں۔ باپ کے کہنے پر عتبہ اور عتیبہ نے دونوں صاحبزادیوں (یعنی رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کو طلاق دے دی اور یہ رشتہ صرف اسلام کے ساتھ عداوت کی بنا پر ختم کر دیا گیا۔ (طبقات ابن سعد: 4/261، عمریہ)

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان سے نکاح:

جب عتبہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری جانب وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی بیٹی رقیہ کا نکاح، عثمان بن عفان سے کر دوں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا اور یہ نکاح مکہ میں ہوا اور ساتھ ہی رخصتی ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک صاحبزادی نکاح میں دے دی، اس صاحبزادی کے انتقال کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی ان کے نکاح میں دے دی۔ (کنز العمال: 11/268، رحمانیہ)

حضرت عثمان، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے خواہش مند تھے، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دیا، تو وہ اس سلسلے میں خاموش رہے۔ ایک بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی زاد بہن، اروی کے بیٹے تھے۔ اروی کی ماں "ام الحکیم بیضا" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ دونوں عبد المطلب کی بیوی، فاطمہ بنت عمرو بن عائذ مخزومیہ کے بطن سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فطرتاً صالح، پرہیزگار، دیانت دار اور ایماندار انسان تھے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی طلاق کے بعد دامادی کے لیے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ انتخاب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر پڑی، چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی خواہش تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی فرزندی میں قبول

فرمالیں۔ لہذا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رشتہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے لیے کیا گیا، تو آپ ﷺ نے اس کو بخوشی منظور فرمالیا اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو ان کے نکاح میں دے دیا۔

حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کا دین کی خاطر تکالیف سہنا:

جب آپ ﷺ نے دین کا علَم بلند کیا اور لوگوں کو علی الاعلان اسلام کی دعوت دینا شروع کی تو تمام کفار، خصوصاً آپ ﷺ کے چچا ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل، آپ ﷺ کی مخالفت کے درپے ہوگئے اور آپ ﷺ کو تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حتی کہ ابو لہب، رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کا کوئی موقع اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا، اپنی بیوی سے مشورے کرتا اور سارے دن کی کارگزاریاں سناتا تھا کہ کس طرح آج اس نے آپ ﷺ کا مذاق اڑایا اور آپؐ کو تکلیف پہنچائی۔ ابو لہب کی بیوی ام جمیل بھی ایذا رسانی میں اس کم نہ تھی، یہ جنگل سے کانٹے دار لکڑیاں کاٹ کررات کو حضور ﷺ کے راستے میں بکھیر دیتی تھی تاکہ حضور ﷺ کو اس سے تکلیف پہنچے، نیز ام جمیل، حضور ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اتنا بغض رکھتی تھی کہ گھروں میں جاکر آپ ﷺ کی آبروریزی بیان کرتی تھی، وہ چاہتی تھی کہ انہیں ایک دھاگے تک سے محروم کردیا جائے۔ اس سب کے باوجود جب آپ ﷺ کی صاحبزادیاں، ام جمیل کے بیٹوں کے ساتھ منسوب ہوگئیں تب تو اسے اور موقع مل گیا، وہ ان پر باتیں کستیں اور ان کے سامنے ان کے والدین (یعنی حضور ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) کو برا بھلا کہتی، لیکن یہ بیٹیاں بھی حضور ﷺ ہی کی بیٹیاں تھیں، اُف تک نہ کرتیں اور صبر سے سب کچھ برداشت کرتی تھیں۔

جب ان کے ظلم کی انتہا ہوگئی، تو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کے گستاخوں (ابو لہب اور اس کی بیوی) کو عبرت کا نشان بناتے ہوئے ان کے خلاف سورۃ "لہب" نازل کی۔ اس سورت کا نزول ہونا تھا کہ ان کی دیوانگی انتہا کو پہنچ گئی، کیونکہ سارے عرب میں ان کی رسوائی کا چرچا ہوگیا اور وہ لوگوں کے درمیان ایک قابلِ تضحیک چیز بن کر رہ گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں مردوں، عورتوں، حتی کہ غلاموں کے درمیان بھی ایک مزاق کی چیز بنادیا، ہر کوئی کہہ رہا تھا کہ ابو لہب کتنا ظالم ہے کہ اس نے اپنے بھتیجے کو تکلیف دینے میں حد سے تجاوز کیا اور ان کو ملامت کرنے لگے۔ اس کے بعد ابو لہب نے اپنے بیٹوں کو کلام سنایا اور غیرت دلائی کہ محمد ﷺ نے تمہارے باپ کے بارے میں یہ کلام کہا ہے، پھر ان دونوں سے کہا: کہ اگر تم نے محمدؐ کی بیٹیوں سے جدائی اختیار نہ کی تو میرا تم سے ملاقات کرنا حرام ہے۔ بدبخت عتیبہ نے کہا کہ میں محمدؐ کے پاس جاؤں گا اور اسے اس کے رب کے بارے میں ایذا پہنچاؤں گا، لہذا وہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور اس نے معبودِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) برا بھلا کہا، حضور ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کے حوالہ کیا اور طلاق دے دی، اسی طرح عتبہ نے بھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ یہ سب کچھ انہوں نے صرف دین اور اپنے والد کے کلمۂ حق کہنے کی وجہ سے برداشت کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صاحبزادیوں کو اس سے بہتر بدلہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صورت میں دیا۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بے مثال ازدواجی جوڑا:

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بے مثال میاں بیوی تھے، قریش کی عورتیں ان کی محبت اور آپس میں حسنِ سلوک کی مثالیں دیا کرتیں تھیں۔ ان کے حسن و جمال کو مندرجہ ذیل الفاظ سے تعبیر کرتی تھیں:

اَحسَنَ شَخصَینِ رَأیٰ اِنسَانٌ　　　　رُقیۃَ وبعلُھا عُثمان

(انسانوں نے جو حسین ترین جوڑا دیکھا ہے وہ رقیہ اور ان کے خاوند عثمان ہیں)

(تفسیر قرطبی: 14/242، دار احیاء بیروت)

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تربیت، ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ اثر ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا اسی لیے بہت با اخلاق خاتون تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی گھریلو زندگی بڑی خوشگوار تھی اور دونوں میاں بیوی کی محبت بے مثال تھی، کبھی ان کے درمیان رنجش پیدا نہیں ہوئی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تھوڑا سا بھنا ہوا گوشت دیا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے گھر دے آؤ۔ جب میں آپ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ایک ہی چٹائی پر تشریف فرما تھے، یہ دونوں میاں بیوی اتنے مثالی تھے، کہ میں کبھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھتا، کبھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف۔ پھر جب میں واپس آیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسامہ! کیا تم ان کے پاس گئے؟ میں نے کہا، جی ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے میاں بیوی کا ایسا مثالی اور اچھا جوڑا کہیں دیکھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! آج تک نہیں دیکھا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد: 11/34، نعمانیہ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت:

ایک موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھجور اور گھی سے عمدہ کھانا تیار کیا جو کہ بہت لذیذ تھا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی بھیجا، جس وقت یہ ہدیہ پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر نہیں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر قیام فرما تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ کھانا پیش کیا گیا جو آپؐ کے داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کہ یہ ہدیہ کس نے بھیجا؟ اہل خانہ نے جواب دیا: کہ یہ حضرت عثمان کی جانب سے آیا ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی: "اَللّٰھُمَّ اِنَّ عُثْمَانَ یَتَرَضَّاكَ فَارْضِ عَنْهُ" اے اللہ! عثمان آپ کو راضی کرنا چاہتے ہیں، آپ بھی ان سے راضی ہو جایئے۔ (البدایہ والنہایہ: 7/171، دار الکتب العلمیہ)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی حبشہ کی طرف ہجرت:

مسلمانوں کی ایک جماعت جو کفار کی تکالیف سے تنگ آچکی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، انہوں نے فیصلہ کیا کہ برائی کا بدلہ برائی سے اور لڑائی کا بدلہ لڑائی سے دیا جائے، لیکن اکثر کی رائے یہ تھی کہ ایسا کرنا اس وقت تک فائدہ نہیں دے سکتا جب تک مسلمانوں کی تعداد کفار سے کم ہے۔ تمام لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے کے منتظر تھے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے جو گفتگو فرمائی اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ کفار کی سختیوں کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتے، لیکن ان کو اس بات کا مشورہ دیتے ہیں کہ وہ سرزمینِ حبشہ کی طرف نکل جائیں، وہاں ایک بادشاہ ہے جس کی موجودگی میں کسی پر ظلم نہیں ہو سکتا، وہ سلامتی والی سرزمین ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے سر فہرست تھے، ان کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون تھیں، جنہوں نے ہجرت میں اپنے خاوند کی موافقت کی۔ عجیب بات تو یہ تھی کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے کبھی مکہ کو نہ چھوڑا تھا اور نہ ہی ان کے بس میں تھا کہ وہ اپنے گھر کو چھوڑیں، لیکن اپنے خاوند کی محبت اور ان کی خاطر قربانی کے جذبے نے ہجرت پر ابھارا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت رقیہ کی جدائی برداشت نہ کر سکتی تھیں، لیکن انہوں نے اس جدائی کو محض اس لیے برداشت کیا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ساتھ رہیں۔ یہ نیک بخت خاتون اپنے عظیم خاوند کے ساتھ لمبے سفر کے لیے روانہ ہو گئیں، یہ ایک بہت مختصر سی جماعت تھی جو تقریباً دس افراد پر مشتمل تھی۔ یہ ایمانی قافلہ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں ارضِ حبشہ میں پہنچا، وہاں ان کو امن وامان، عبادت کی آزادی اور اطمینان میسر آیا۔

حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کا سفر:

جب حبشہ میں مسلمانوں کو یہ اطلاع ملی کہ ولید بن مغیرہ اورابو احیحہ مسلمان ہو چکے ہیں اور انہوں نے حضور ﷺ کی اقتدا میں نماز بھی ادا کی ہے، تو انہوں نے کہا: جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو مکہ میں کون باقی رہ گیا ہے ؟اور کہا: ہمارے خاندان والے ہمیں زیادہ محبوب ہیں۔لہٰذا وہ سب نبوت کے چھٹے سال کے شروع میں مکہ کی طرف واپس لوٹے۔جب یہ قافلہ مکہ کے قریب پہنچا تو انہیں مکہ کا ایک شخص ملا، جس کا تعلق کنانہ قبیلہ سے تھا۔مہاجرین نے اس سے قریش اور ان کی حالت کے بارے پوچھا؟تو اس شخص نے جواب دیا: محمدؐ بدستور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں، قریش والے ان کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں، ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے۔مہاجرین نے دوبارہ حبشہ کی طرف لوٹ جانے کے بارے میں غور و فکر کیا، پھر کہا: کہ ہمیں خود مکہ میں داخل ہو کر قریش کے رویہ پر غور و فکر کرنا چاہیے اور جو شخص اپنے اہل و عیال سے ملنا چاہے وہ بھی مل لے، پھر واپس چلا جائے۔

مکہ واپس آنے والوں میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔حبشہ سے مکہ واپس آنے والے قافلہ کی کل تعداد تینتیس(33) تھی۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔تمام لوگ مکہ پہنچ گئے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسری مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔لہٰذا جو لوگ جانا چاہتے تھے وہ چلے گئے، ان جانے والوں میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔اس مرتبہ کا نکلنا زیادہ مشقت والا تھا، انہیں قریش کی جانب سے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور شدید تکلیف لاحق ہوئی، قریش کو پہلے ہی اس بات پر غصہ تھا کہ مسلمان شاہِ حبشہ کے پاس پہنچ گئے تھے، جس نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کے ساتھ دوسری ہجرت کا ارادہ کیا تو عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری پہلی اور دوسری ہجرت، دونوں میں آپ ﷺ ہمارے ساتھ نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف ہجرت کرنے والے ہو، تمہیں ان دونوں ہجرتوں کا ثواب ملے گا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ہمارے لیے کافی ہے۔مسلمان اپنی حالت پر آزادی کے ساتھ اپنی عبادات اور شعائر اسلام ادا کرتے رہے، یہاں تک کہ انہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمالی ہے۔لہٰذا بعض مسلمان مکہ کی طرف لوٹ گئے اور بعض مدینہ چلے آئے، حضرت رقیہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما مکہ کی طرف لوٹ آئے۔

چند فوائد و نصائح:

اس واقعہ ہجرت سے ہماری ماؤں بہنوں کو یہ درس ملتا ہے کہ دین کی خاطر چاہے جتنی بھی قربانی دینی پڑے اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کو کتنی محبت تھی! پھر بھی دین کی خاطر قربانی دی اور بیٹی سے جدائی کے صدمے کو برداشت کیا۔

اسی لیے تو روایات میں آتا ہے کہ ہجرت حبشہ کے بعد ان ہجرت کرنے والوں کے احوال ایک مدت تک معلوم نہ ہو سکے، اس وجہ سے آپ ﷺ کو ان کے متعلق کافی پریشانی لاحق تھی۔آپ ﷺ اکثر مکہ سے باہر تشریف لے جاتے، جب بھی حبشہ کی طرف سے کوئی مسافر یا تجارتی قافلہ آتا تو آپؐ مہاجرین اور سیدہ رقیہ و عثمان رضی اللہ عنہما کے احوال کے متعلق دریافت فرماتے۔ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت حبشہ کی طرف سے آئی، آپ ﷺ نے اس سے ہجرت کرنے والوں کے حال واحوال دریافت کیے تو اس نے تمام کی خیر خیریت سنائی اور پھر کہا: اے محمدؐ! میں نے آپ(ﷺ) کے داماد اور آپ کی بیٹی کو بھی دیکھا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیسی حالت پر دیکھا ہے؟ تو اس نے ذکر کیا کہ عثمان اپنی بیوی کو ایک سواری پر سوار کیے ہوئے لے جا رہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے۔تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے جملہ دعائیہ فرمایا: "صَحِبَهُمَا اللهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ عُثْمَانَ لَاَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ بِاَهْلِهِ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ بَعْدَ لُوطٍ عَلَيْهِ السَّلَامِ"۔(اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب

اور ساتھی ہو، عثمان ان لوگوں میں پہلے شخص ہیں، جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی)

(سبل الھدیٰ والرشاد: 11/34، نعمانیہ)

یہ غور وفکر کا مقام ہے کہ جو ماں باپ اپنی اولاد سے اتنی محبت کرتے ہوں، پھر اس اولاد کی محبت کا کیا مقام ہو گا؟ لیکن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے ان سب باتوں کو برداشت کرتے ہوئے ہجرت کی اور اپنے خاوند کا ساتھ نہیں چھوڑا، کیونکہ خاوند سے محبت والفت ہی اتنی تھی کہ ان کی خاطر شہر مکہ چھوڑنا آسان تھا، حالانکہ وہ اس سے پہلے کبھی بھی مکہ سے باہر نہیں گئی تھیں۔ یونہی تو ان کے ازدواجی جوڑے کی عرب میں مثالیں نہیں دی جاتی تھیں اور ان کا جوڑا سب سے حسین جوڑا شمار ہوتا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس جدائی کو صرف اس لیے برداشت کیا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ساتھ رہیں اور پھر ہجرت کے سفر کی مشقتوں اور اذیتوں کو دین کی خاطر برداشت کیا اور ان حالات میں بھی اپنے خاوند کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ایک ساتھ مل کر سب حالات کا سامنا کیا۔

ان سب چیزوں سے امت مسلمہ کی ماؤں بہنوں کو یہ سبق لینا چاہیے کہ ہر مشکل میں اپنے شوہروں کا ساتھ دیں اور ان کی خدمت کر کے مثالی جوڑا بننے کی کوشش کریں اور اپنی گھریلو زندگی کو خوشگوار بنائیں۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی اپنے خاوند کے ساتھ ہجرتِ مدینہ:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب مکہ پہنچیں تو اپنے والد کے گھر گئیں، وہاں صرف اپنی دونوں بہنوں (ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما) کو پایا۔ ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا۔ والد محترم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے جا چکے تھے اور ان کے لیے اپنے والد کے پاس پہنچنا ضروری تھا، لہذا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ساتھ دار الہجرہ مدینہ منورہ پہنچ گئیں، یہاں ان کے ہاں بچہ کی پیدائش ہوئی، جس کا نام عبد اللہ رکھا گیا۔ طرح طرح کی پریشانیوں اور تکالیف کو برداشت کرنے کی وجہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہو گئیں تھیں۔

پہلے انہیں ابو لہب کے بیٹے عتبہ سے طلاق کا صدمہ ملا اور محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہونے کی وجہ سے ان کو یہ اذیت دی گئی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارتے ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، یہ سفر انتہائی پیچیدہ، خوفناک، اجنبیت سے بھرپور، والدین اور بہنوں کی جدائی پر مشتمل تھا، ان کا پہلا حمل بھی حبشہ میں ضائع ہو گیا تھا، اس سے ان کو بہت تکلیف لاحق ہوئی تھی۔ جب مکہ واپس آئیں تو یہاں صرف اپنی بہنوں کو پایا، والدہ انتقال کر چکی تھیں اور والد بھی مدینہ ہجرت فرما چکے تھے۔ پھر جب کچھ عرصہ مکہ ٹھہر کر مدینہ اپنے والد کے پاس پہنچیں، تو وہاں بیٹے عبد اللہ کی پیدائش ہوئی۔ اس بچہ کی پیدائش کی خوشی کو بھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک مرغ نے بچہ کی آنکھ میں چونچ ماری، جس کی وجہ سے آنکھ زخمی ہو گئی اور اس زخم کی وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا۔ یہ سب تکالیف ومصائب اور پریشانیاں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں پر ان کی آزمائش کے لیے بھیجتے ہیں، جب یہ سب حالات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں پر آسکتے ہیں تو اگر ہماری ماؤں بہنوں پر بھی ایسے حالات آجائیں تو ان صاحبزادیوں کی زندگی کو نمونہ بنا کر صبر واستقامت سے کام لیں اور رضائے الٰہی پر راضی رہیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری:

سن 2ھ میں غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو خسرہ کے دانے نکلے اور سخت تکلیف ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے میں بدر کی تیاریوں میں مصروف تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور (313) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت، اسلام کے پہلے غزوہ میں شرکت کے لیے روانہ ہونے

لگی، تو حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا: عثمان! رقیہ بیمار ہیں، آپ ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ ہی میں مقیم رہیں اور ان کے ساتھ حضور ﷺ نے اپنے خادم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں رکنے کا حکم فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دلی خواہش تھی کہ میں بھی ان اول مجاہدین اسلام کے ساتھ غزوہ بدر میں شرکت کر کے سعادت حاصل کروں۔ حضور ﷺ نے ان کی خواہش کے جواب میں فرمایا: آپ کے لیے بدر میں شرکت کرنے والوں کے برابر اجر ہے اور غنائم میں بھی ان کے برابر حصہ ہے۔ (صحیح البخاری:1/553،رحمانیہ)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بحکم رسول ﷺ، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے رکے اور بدر میں شرکت نہیں فرمائی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے شرکاء بدر کے اعزاز اور غنائم میں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برابر حصہ دیا، گویا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کا درجہ جہاد کے برابر قرار دیا گیا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

جب حضور ﷺ غزوہ بدر میں شریک تھے تو حضور ﷺ کی غیر موجودگی میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تیئیس(23)سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے نہایت صبر واستقلال کے ساتھ مصائب ومشکلات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ ایسی رفیقۂ حیات کی جدائی اور وفات کا صدمہ ایک فطری امر تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی واپسی کا انتظار کیے بغیر، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو سپردِ خاک کر دیا، کیونکہ شریعت اسلامی نے تدفینِ میت میں جلدی کا حکم دیا ہے۔

حضور ﷺ کو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا صدمہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام جیسے ہی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تدفین سے فارغ ہوئے، مجاہدین اسلام غزوہ بدر سے فتح کا عَلَم لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ کو جیسے ہی اپنی پیاری بیٹی کی وفات کی خبر ملی، دل رنج والم سے بھر گیا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، گھر جانے کے بجائے، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے، آنکھوں سے آنسو ٹپک کر دامن مبارک پر گر رہے تھے، قبر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے بابا کی جان!((اِلْحَقِیْ بِسَلَفِنَا الْخَیْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ)) تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعونؓ کے ساتھ لاحق ہو اور ان کے ساتھ جا کر شامل ہو۔ (حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے، ہجرتِ حبشہ میں بھی شریک تھے، مدینہ میں مہاجرین میں سے یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے انتقال فرمایا اور مہاجرین میں سے جنت البقیع میں دفن ہونے والے بھی یہی پہلے شخص ہیں، نبی کریم ﷺ کو یہ بہت عزیز تھے)۔ رسالت مآب ﷺ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلنا تھا کہ مجمع کی ہچکیاں بندھ گئیں، پورے مدینہ میں رنج والم کی فضاء چھا گئی، عورتوں کی گریہ وزاری سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: اگر رنج وغم کا اظہار دل و آنسوؤں سے ہو تو کوئی حرج نہیں، زبان سے نوحہ کرنا، یاواویلا کرنا، گریبان پھاڑنا، یہ جاہلیت کی علامات ہیں اور شیطانی فعل ہیں۔ (طبقات ابن سعد:2/ 213، عمریہ)

حضور ﷺ کے مغموم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال، ان کی غیر موجودگی میں ہوا تھا اور حضور ﷺ ان کے جنازے اور تجہیز و تکفین میں شرکت نہیں فرما سکے تھے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی بہن تھیں، ان کو اپنی بہن کی وفات کا اتنا صدمہ تھا کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنی بہن کی قبر پر آئیں تو قبر سے لپٹ کر زاروقطار روتی اور بہن کو یاد کرتی جاتی تھیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے آنسو اپنے ہاتھ اور چادر سے پونچھتے اور صبر وسکون کی تلقین بھی فرماتے۔

لمحہ فکریہ!!

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے دین کی خاطر کتنی بڑی قربانیاں دیں، گھر بار چھوڑا، ماں باپ کو چھوڑا، دو مرتبہ ہجرت فرمائی، تھوڑا سا عرصہ بھی

اپنے خاوند کے ساتھ سکون و اطمینان سے نہیں گزارا، ہجرت کی بڑی بڑی تکالیف برداشت کیں، پھر جب مدینہ منورہ میں تھوڑا سا سکون کا سانس ملا تو وہاں پر خود بھی بیمار ہو گئیں اور ان کے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ان کی وجہ سے سخت پریشان تھے، کیونکہ ان دونوں میاں بیوی نے مل کر تمام مصائب کو برداشت کیا تھا، اب ان سے اپنی رفیقِ حیات کی بیماری دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اس اللہ کی بندی نے تمام زندگی صبر و استقلال سے گزار دی، آخری دم تک اپنے خاوند کی فرمانبردار اور خدمت گزار رہیں۔

﴿سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم﴾

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ہیں، جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔ یہ کنیت کی وجہ سے مشہور ہوئیں، کوئی الگ نام معروف نہیں ہے۔

قبولِ اسلام اور بیعت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نگرانی میں ہوش سنبھالا اور آغوش رسالت میں پرورش پائی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو اپنی والدہ کے ساتھ ہی اسلام قبول فرمالیا۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اپنی بہنوں اور دوسری خواتین کے ہمراہ بیعت کی۔

اسلام کے لیے آزمائش:

قبولِ اسلام کی وجہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو مختلف تکالیف و مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ شعب ابی طالب میں اپنی بہنوں، والدین اور جماعت صحابہ کے ساتھ قید و بند کی تکلیفیں برداشت کیں اور سب سے بڑا ستم یہ کہ اعلان نبوت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچا ابو لہب کے لڑکے عتیبہ سے کر دیا تھا، لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ اسلام کا دَور آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا، قرآن کا نزول شروع ہوا تو مشرکین مکہ کی ستم کاریاں حد سے بڑھ گئیں، کفار نے اسلام کا راستہ روکنے کے لیے مختلف انداز اختیار کیے۔ ابو لہب نے اپنے بیٹے عتیبہ سے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو طلاق دے دو۔ عتیبہ نے صرف طلاق پر ہی اکتفاء نہیں کیا، بلکہ طلاق دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میں آپ کے دین کا منکر ہوں اور میں نے آپ کی صاحبزادی کو طلاق دے دی ہے، وہ مجھ کو پسند نہیں کرتی اور میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا اور کرتہ مبارک چاک کر دیا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بد دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِنْ کِلَابِكَ "کہ اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے"۔

چنانچہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ ملک شام گیا، ابو لہب اور عتیبہ بھی اس قافلہ میں تھے۔ راستے میں مقامِ زرقاء میں اترے، رات کے وقت ایک شیر آیا، وہ شیر قافلہ والوں کے چہروں کو سونگھتے ہوئے جب عتیبہ پر پہنچا تو فوراً اس کا سر چبا لیا، عتیبہ کا اسی وقت دم نکل گیا اور شیر ایسا غائب ہوا کہ اس کا پتہ بھی نہ چلا۔ اس طرح وہ اپنے انجام کو پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی، مشرک کے شر سے محفوظ رہیں، کیونکہ خالق کو یہی منظور تھا کہ پاک باز خواتین (سیدہ رقیہ و ام کلثوم رضی اللہ عنہما) ناپاک مشرکین کے گھر میں نہ جائیں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ہجرت:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کے خاندان کے جو افراد مکہ میں رہ گئے تھے، ان میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ رحمتِ دو عالم کو اپنی بچیوں کی جدائی کا صدمہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لانے کے لیے حضرت زید بن حارثہ اور

ابورافع رضی اللہ عنہا کو مکہ مکرمہ بھیجا اور ان کے لیے سواری کا انتظام فرمایا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو لانے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور کوئی تکلیف نہ اٹھانا پڑے۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں بہنیں اکٹھی ہجرت کرکے مدینہ آگئیں۔ اس سفر کے تمام اخراجات اور پانچ سو درہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیشِ خدمت کیے اور ثوابِ دارین حاصل کیا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی:

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ نبی کا کوئی کام رب کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر اپنی صاحبزادیوں کے نکاح کے بارے میں فرمایا: مَاأَنَاأُزَوِّجُ بَنَاتِيْ وَلٰكِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُزَوِّجُهُنَّ "میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کے نکاح میں نہیں دیتا، بلکہ اللہ کی طرف سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں"۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایک نعمت عظمیٰ تھی... لیکن سیدنا رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے انہیں سخت صدمہ ہوا، وہ ہر وقت اس غم میں ڈوبے رہتے تھے کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا رشتہ مصاہرت (سسرالی رشتہ) ختم ہو گیا ہے۔

"چنانچہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غمگین دیکھا تو فرمایا: مَالِيْ أَرَاكَ مَهْمُوْمًا؟ "عثمان میں تمہیں کیوں غمزدہ دیکھ رہا ہوں"۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مصیبت کا جو پہاڑ مجھ پر گرا ہے کسی اور پر نہیں گرا، میں مغموم کیوں نہ ہوں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی جو میرے نکاح میں تھی انتقال فرما گئیں اور وہ رشتہ مصاہرت بھی ختم ہو گیا جو میرے اور آپ کے درمیان میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی اور فرمایا: "یہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھے اللہ کی طرف سے یہ حکم دے رہے ہیں کہ میں تمہارا نکاح اس مہر پر جو رقیہ رضی اللہ عنہا کا تھا ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ کر دوں۔"

(المستدرک للحاکم :4/416، قدیمی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمادیا تھا، یہ نکاح ربیع الاوّل تین (3) ہجری میں ہوا اور اسی سال جمادی الاخریٰ میں رخصتی ہوئی۔ (طبقات ابن سعد:4/262، عمریہ)

قابل رشک ازدواجی زندگی:

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی نہایت خوشگوار تھی، سیدہ خود بھی نیک سیرت اور مہذب خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا تقریباً چھ سال تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر رہیں، محبت اور باہمی ازدواجی تعلق کا یہ عالم تھا کہ کبھی رنجش پیدا نہیں ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ہمیشہ خوش رکھا اور اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی طبعی طور پر بڑی خوش لباس تھیں اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی انہیں اچھے سے اچھے لباس مہیا فرماتے تھے۔

"چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (أَنَّهُ رَأٰى عَلٰى أُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بُرْدَحَرِيْرٍ سِيَرَاءَ) کہ انہوں نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بیش قیمت ریشمی چادر دیکھی"۔ (صحیح البخاری:2/868، قدیمی)

چند فوائد و نصائح:

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بچپن اپنی بہن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزارا تھا ان کے ساتھ کافی دل لگی بھی تھی، اس لیے جب ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہو گئی، پہلی شب تو ان کے آنسوں ہی نہ تھمتے تھے۔ انہیں اپنی پیاری بہن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بہت یاد آرہی تھیں، کیونکہ آج انہیں کے گھر میں بیاہ کر آئیں تھیں، گھر میں خوشیوں کی گھڑیاں تھیں، لیکن بہن کی یاد میں شادی کی خوشی کی جگہ، غم اور کرب کی کیفیت تھی۔ یہی حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا، انہیں بھی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا یاد آرہی تھیں، وہ رقیہ جنہوں نے ان کے ساتھ دو مرتبہ ہجرت کی سختیاں اور صعوبتیں جھلیں۔ بہر حال ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے کچھ کم نہ تھیں، اپنے بابا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو بہو تصویر، حسن و جمال میں

چاند کا ٹکڑا۔ ذرا غور کریں کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا لباس انتہائی عمدہ ہوتا تھا، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مالدار شخص تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے شخص کے ساتھ رہتے ہوئے یہ اندازِ معاشرت لازمی تھا، نیز یہ انداز معاشرت ان کی معاشرتی خوشحالی پر بھی دلالت کرتے ہیں اور ان سے زوجین کے درمیان تعلقات کی شائستگی بھی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سے بہت محبت رکھنے والی اور خدمت گزار خاتون تھیں اسی لیے ان کی زندگی بھی خوشگوار تھی۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات:

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال شعبان 9 ہجری میں ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تیسری صاحبزادی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ جس وقت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر صرف بائیس سال تھی۔ (طبقات ابن سعد: 4/262، عمریہ)

ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ غسل کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ بیری کے پتوں سے تین یا پانچ یا اس سے زیادہ مرتبہ غسل دیں، اس کے بعد آخر میں کافور کی خوشبو لگائیں اور پھر مجھے اطلاع کریں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: 4/6، دار الکتب العلمیہ)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ:

جب سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا غسل وکفن مکمل ہو چکا تو ان کی نماز جنازہ کے لیے ان کے ابا جان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کے ساتھ ساتھ تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت رنج والم سے نڈھال تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز جنازہ میں شرکت کی۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کی تدفین:

نماز جنازہ کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی تدفین کے لیے ان کو جنت البقیع میں لایا گیا، اس وقت قبر مبارک تیار ہو رہی تھی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے قریب بیٹھ گئے۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا، اس حال میں کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسوں جاری تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی ایک ہے جس نے رات کو ہمبستری نہ کی ہو؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو قبر میں میت کو اتار" حضرت طلحہ، حضرت علی حضرت فضل بن عباس اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم نے میت کو قبر میں اتارنے میں معاونت کی"۔ (طبقات ابن سعد: 4/262، عمریہ)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ:

سیدہ ام کلثوم کی وفات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد صدمہ تھا، کفن دیے جاتے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوں جاری تھے، جب جنازہ کو نماز کے لیے لے جایا گیا تو اس وقت بھی اور جب قبر کے قریب بیٹھے تھے اس وقت بھی فرط غم سے آنسو آپؐ کی آنکھوں سے رواں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادیوں سے بے انتہا شفقت و محبت فرماتے تھے، صرف محبت ہی نہیں بلکہ ان کا احترام واکرام بھی فرماتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں ان کی حیات طیبہ میں ہی اس دار فانی سے رخصت ہوئیں، اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی صاحبزادیوں کو ان کی لحد میں اتارا اور یوں اپنی صاحبزادیوں کو اللہ کے سپرد کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل فرط غم سے بھر گیا تھا۔ یہی وہ نبیؐ ہے جو اپنی صاحبزادیوں کی آمد کے وقت ان کے احترام میں کھڑا ہو جاتا تھا، ان کی گردن اور دست مبارک پر بوسہ دیتا تھا، ان کے لیے اپنی کملی بچھا دیتا تھا۔ لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس طرز عمل سے لوگوں کو ایک بات اور خاص نظریہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ لڑکی ایسی چیز نہیں جس کو زندہ درگور کر دیا جائے۔ دیکھو! میں اپنی صاحبزادیوں کے ہاتھوں کا بوسہ لیتا ہوں ان کو اپنی مسند پر بٹھاتا ہوں، ان کا بے حد احترام اور عزت کرتا ہوں۔

دوسرے انسانوں کی طرح عورت بھی ایک انسان ہے، خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور خدا کا عطیہ ہے، نیز اس مقام میں یہ بھی مظاہر اہوا اور امت کے لیے تسکین و تسلی کا ایک طرح یہ نمونہ قائم ہوا کہ جب ہمارے آقائے نامدار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اولاد شریف کے معاملے میں یہ صورت پیش آئی اور ایک صاحبزادی کے بغیر باقی اولاد نہ رہی، تو اگر ہمارے لیے بھی اس جیسی صورت پیش آجائے تو ہمیں بھی صبر وسکون سے کام لینا چاہیے اور رضائے الٰہی پر راضی رہنا چاہیے۔((لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ))(کہ تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں اسوۂ حسنہ ہے)اس کے مطابق عمل پیرا ہونا چاہیے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صدمہ:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہا کی وفات کا بے حد صدمہ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بار بار غشی طاری ہو جاتی تھی۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس کیفیت کا اندازہ تھا، ان حالات میں تسلی دیتے ہوئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"فَلَوْكَانَ عِنْدِيْ ثَالِثَةٌ لَزَوَّجْتُهَا اِيَّاهُ" اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی، تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کرتا۔

(کنز العمال:11/271، دار الکتب العلمیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ "لَوْكُنَّ عَشْرًا لَزَوَّجْتُهُنَّ عُثْمَان" اگر میرے پاس دس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ان کا نکاح عثمان سے کرتا۔

(المعجم الکبیر:9/385، دار الکتب العلمیہ)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ولادت باسعادت:

جس زمانے میں قریش مکہ بیت اللہ شریف کی بنیاد رکھ رہے تھے، اس زمانہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئی اور اس وقت آنجناب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عمر مبارک پینتیس(35)سال تھی۔ نیز یہ واقعہ نبوت سے پانچ برس پہلے کا ہے۔

(طبقات ابن سعد:4/252، عمریہ)

القاب:

سیدہ کے "زہرا اور بتول" مشہور لقب ہیں۔ زہرا اس لیے کہ ان کا چہرہ مبارک، نہایت سفید اور حسین تھا جس سے انوار ٹپکتے تھے۔ اور بتول اس لیے کہ لغت کے اعتبار سے بتول کنواری عورت کو کہتے ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی شرم وحیا، عفت و پاک دامنی میں کنواری عورتوں کی طرح تھیں، اسی لیے بتول کا لقب ملا۔ نیز وہ عورتوں کے ساتھ زیادہ میل جول سے بھی دور رہتیں تھیں، ان کے شب وروز اللہ تعالیٰ کی عبادت نماز اور قرأت میں گزرتے تھے۔

سیدہ کی کنیت ام الحسنین ہے۔ "سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" یعنی جنتی عورتوں کی سردار آپ رضی اللہ عنہا کا خصوصی لقب ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا بچپن:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے تمام بھائی اور بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ ماجدہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زیرِ سایہ تربیت پائی، اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو نہایت صالح طبیعت اور خصوصی وقار سے سرفراز فرمایا تھا۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہا پانچ سال ہی کی تھیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس دار فانی رحلت فرماگئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی ماں کی شفقت سے محروم ہوگئیں۔ سیدہ

خدیجۃ الکبریٰ ؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ کی خصوصی تربیت فرمائی۔ حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہ ؓ اسوۂ محمدی کا مکمل نمونہ تھیں، آپ ؓ کی چال ڈھال، گفتگو وغیرہ میں محمد ﷺ کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

"فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي، مَا تُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا" یعنی حضرت فاطمہ ؓ جب چلتی تھیں تو آپ ؓ کی چال ڈھال رسول اللہ ﷺ کے بالکل مشابہ ہوتی تھی۔ (صحیح مسلم:2/295،رحمانیہ)

ایک اور حدیث میں، حضرت عائشہ ؓ روایت کرتی ہیں: "مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللهِ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" کہ رسول اللہ ﷺ کی طرح اٹھنے بیٹھنے، نشست و برخاست اور عادات واطوار میں حضرت فاطمہ ؓ سے زیادہ مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ (ترمذی شریف:2/706،رحمانیہ)

سیدہ فاطمہ ؓ بچپن ہی سے حلیم الطبع اور تنہائی پسند تھیں، اپنے بچپن میں بھی بچوں کی طرح کبھی ضد نہیں کی۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کی وفات کے بعد زیادہ تر اپنا وقت اپنی بڑی بہنوں (سیدہ رقیہ وام کلثوم ؓ) کے ساتھ گزارتی تھیں، یہ صاحب فضیلت بہنیں بھی اپنی چھوٹی بہن سیدہ فاطمہ ؓ کے ساتھ بہت شفقت فرماتی تھیں۔

بچپن کا ایک واقعہ:

قریش مکہ کی عداوت اسلام کے ساتھ ہمیشہ اور ابتدا سے ہی تھی اور وہ ہمیشہ مسلمانوں کی تذلیل و تحقیر کے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار نبی اقدس ﷺ کعبہ شریف کے پاس حرم میں نماز پڑھ رہے تھے، قریش کے چند شریر لوگوں نے شرارت کی، اونٹ کی اوجھ لاکر آنجناب ﷺ پر رکھ دی، حضور ﷺ سجدے کی حالت میں تھے۔ قریش اس حرکت پر بڑے مسرور ہوئے، کسی نے جاکر حضرت فاطمہ ؓ کو اطلاع دی (آپ کا بچپن تھا) تو دوڑتی ہوئی تشریف لائیں اور اس بوجھ کو اتارا اور کفار سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو بددعا فرمائی اور وہ قبول ہوئی، ان اشرار میں سے بیشتر غزوہ بدر میں مارے گئے۔
(صحیح البخاری:1/141،م:رحمانیہ)

شعب ابی طالب میں محصوری:

اسلام کا راستہ روکنے کے لئے کفار مکہ نے حضور ﷺ کے خاندان، صحابہ، ازواج وبنات کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ نے صبر آزما لمحات اپنے اعزہ واقارب اور عظیم والدین کے ہمراہ صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کیے۔

خلاصہ:

حضرت فاطمہ ؓ نے اسلام کی خاطر اور آپ ﷺ کی حفاظت و نگرانی میں کافی کردار ادا کیا۔ حضرت خدیجہ ؓ کے انتقال کے بعد آپ ؓ ہر وقت حضور ﷺ کے ساتھ رہتی تھیں۔ جب آپ ﷺ مسجد حرام تشریف لے جاتے تو راستہ میں ہر شخص آپ ﷺ کا مذاق اڑاتا اور آپ ﷺ کی تکذیب کرتا، یہ سب کچھ سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے اپنی آنکھوں سے دیکھتی جاتیں اور کڑھتی جاتیں۔ حضرت فاطمہ ؓ نے اپنے والد محترم کی اس درجہ خدمت کی کہ خود سے بے نیاز ہوگئیں اور یہی ان کا مشن تھا۔ انہوں نے اپنے والد کے دفاع میں بہترین کوششیں سرانجام دیں اور انہوں نے بہت سی دشواریوں کو برداشت کیا، انہوں نے صبر کا دامن تھامے رکھا اور ثابت قدم

رہیں اور اپنے عظیم والد کی خدمت میں خود کو وقف کر دیا۔ حتیٰ کہ مکہ میں ان کا نام پڑ گیا، فاطمہ۔ جو اپنے باپ کی ماں کی مثل ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے عظیم باپ کے لیے اس طرح کردار ادا کر رہی تھیں جس طرح ماں اپنے بچے کے لیے کرتی ہے اور وفادار بیٹی کا کردار بھی ادا کیا۔

مدینہ کی طرف ہجرت:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ہم کو اور اپنی بیٹیوں کو مکہ ہی میں چھوڑ گئے تھے۔ پھر کچھ مدت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو مدینہ منورہ بلانے کا انتظام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ بھیجا تاکہ وہ حضرت سیدہ ام کلثوم وفاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کو لے کر مدینہ آئیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ حضرات اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مدینہ آئے۔ (طبقات ابن سعد:4/273،م:عمریہ)

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی:

تمام اہل بیت کے مدینہ آجانے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی کی طرف توجہ فرمائی۔ ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں ان کی بیٹی کا رشتہ مانگنا چاہتا تھا اور خدا کی قسم! میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا، پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان اور صلہ رحمی کے متعلق سوچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگ لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نرمی اور شفقت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت کیا۔ کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں، یارسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: "تیری وہ چادر کہاں ہے جو میں نے تجھے فلاں دن دی تھی؟" میں نے عرض کیا کہ وہ میرے پاس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کے لانے کا حکم دیا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں اس چادر کو لایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیچ کر شادی کا سامان خریدنے کا حکم دیا۔ (مسند امام احمد:1/129، دار احیاء التراث)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والی گفتگو کا علم ہوا، تو انہوں نے وہ چادر چار سو درہم میں خرید لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیش کردہ مال کو لیا اور وہ مال حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا تاکہ وہ کچھ پیسوں سے خوشبو وغیرہ خرید لیں اور باقی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیں تاکہ وہ شادی کے متعلق سامان خرید لیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کی تیاری:

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے لیے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: کہ فاطمہ کی رخصتی کے لیے مکان کو تیار کیا جائے۔ اس موقعہ پر اس کام میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کی معاون تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہم نے اس کام کی تیاری شروع کی اور "وادی بطحاء" سے اچھی قسم کی مٹی منگوائی، اس مٹی سے اس مکان کو لیپا پونچا اور صاف کیا۔ پھر ہم نے اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال درست کر کے دو گدے تیار کیے اور کھجور اور کشمش سے خوراک تیار کی اور پینے کے لیے شیریں پانی مہیا کیا، پھر اس مکان کے ایک کونے میں لکڑی گاڑ دی تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جاسکے۔ جب مذکورہ بالا انتظامات ہو چکے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: " فَمَا رَأَيْنَا عُرْسًا أَحْسَنَ مِنْ عُرْسِ فَاطِمَةَ "یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی۔ (سنن ابن ماجہ:137 قدیمی)

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جہیز:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز میں درج ذیل چیزیں ارسال فرمائیں:

ایک بڑی چادر، ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال یا اذخر (خوشبودار گھاس) سے بھرا ہوا تھا، ایک چکی (آٹا پیسنے کے لیے) ایک مشکیزہ اور دو گھڑے تھے۔ (سنن نسائی:2/521، قدیمی)

مسلمان خواتین کے لیے سبق:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کے لیے یہ مختصر سا سامان جہیز عنایت فرمایا گیا، ان کی ازدواجی زندگی کی ضروریات پورا کرنے کے لیے کل سامان معیشت یہی کچھ تھا۔ غور فرمائیے! یہ کس کی بیٹی کی شادی ہے؟ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی شادی ہے۔ یہ کس کی شادی ہے؟ یہ جنتی خواتین کی سردار و سرتاج سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی ہے اور اس کے انتظامات دیکھیں! کتنے سادہ ہیں، کسی قسم کے تکلفات اور زیب وزینت کی چیزیں نظر نہیں آرہی ہیں۔

آج کل کی مروجہ رسم جہیز کی طرح نہیں ہے۔ لہٰذا آج کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس شادی اور جہیز کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو اپنائیں اور مسلمان خواتین کو چاہیے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چلیں۔ دنیا کے مادیت پرست لوگ جو دنیا کی رنگینیوں میں گم اور اس سے متاثر ہو جاتے ہیں، وہ گھر کی ساری عزتیں اور برکتیں پر تکلف اور کمر توڑ رسومات میں دیکھتے ہیں۔ انہیں اس تاریخ ساز شادی سے عبرت اور سبق حاصل کرنا چاہیے اور اسلام کی اعلیٰ اور کردار ساز تعلیمات کو اپنانا چاہیے۔

تقریب ولیمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا، انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح پر گواہ بنایا۔ اس نکاح کی تکمیل اس جوڑے کے لیے اور ان کی اولاد کے برکت کی دعا سے ہوئی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹی اور داماد کو کھجور اور دودھ پیش کیا۔ یہ نکاح ہجرت کے پہلے سال رجب کے مہینے میں ہوا اور اس کے چند ماہ بعد 2 ہجری محرم میں رخصتی ہوئی، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم شادی کی تقریب میں شریک تھے۔ تمام اہل مدینہ اس خوشی کے موقع پر شاداں تھے، جانور ذبح کیے گئے، مدینہ میں موجود ہر شخص کو کھانا کھلایا گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، پانی کا ایک برتن منگوایا، اس پر قرآن مجید کی آیات پڑھیں، پھر دونوں میاں بیوی کو اس سے پینے کا حکم دیا، باقی پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، پھر ان دونوں کے سر پر چھڑک دیا اور ان دونوں کے لیے برکت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِمَا وَبَارِكْ عَلَيْهِمَا، وَبَارِكْ لَهُمَا فِي نَسْلِهِمَا" اے اللہ! ان دونوں کو برکت عطا فرما، ان پر برکتیں عطا فرما، ان کی نسل میں برکت عطا فرما"۔ (کنز العمال:13/293، رحمانیہ) و (طبقات ابن سعد:4/253، عمریہ)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رخصت کیا۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئیں تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تو ایک تکیہ، گھڑا اور کوزے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور زمین پر پتھر کا فرش بچھا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ جب تک میں نہ آجاؤں اپنے بیوی کے پاس نہ جانا، تھوڑی ہی دیر بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی لانے کا حکم دیا، چنانچہ پانی لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دعا اور ذکر وغیرہ

پڑھا جو کچھ پڑھنا اللہ کو منظور تھا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر چھڑک دیا، پھر اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا تو وہ حیا و شرم کے مارے کپڑے میں لپٹی ہوئی حاضر خدمت ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بھی وہ پانی چھڑکا۔ اس کے بعد نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "یاد رکھو! میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو مجھے اپنے خاندان میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔" پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے واپس تشریف لے گئے کہ اپنی اہلیہ کو لو۔ اور دونوں کے لیے برکت کی دعا فرماتے ہوئے حجرہ سے باہر آ گئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد: 11/43، نعمانیہ)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گھریلو زندگی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی تو ان کے ساتھ ایک چادر، چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے۔ میں نے ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کنویں سے ڈول کھینچتے کھینچتے میرے سینے میں تکلیف شروع ہو گئی ہے اور تمہارے والد محترم کے پاس اللہ نے قیدی بھیجے ہیں، جاؤ اور ان سے خادم مانگ لاؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے بھی اتنی چکی پیسی ہے کہ میرے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں، چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹی! کیسے آئی ہو؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے آئی ہوں اور شرم کی وجہ سے غلام نہ مانگا اور یوں ہی واپس آ گئیں۔ میں نے ان سے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: میں شرم کی وجہ سے غلام نہ مانگ سکی، پھر ہم دونوں اکٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کنویں سے پانی کھینچتے کھینچتے میرے سینے میں تکلیف ہو گئی ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں نشان ہو گئے ہیں، اب اللہ نے آپؐ کے پاس قیدی بھیجے ہیں اور کچھ وسعت عطا فرمائی ہے، اس لیے ہمیں بھی ایک خادم دے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! صفہ والے سخت فقر و فاقہ میں ہیں اور بھوک کے مارے ان کا برا حال ہے ان پر خرچ کرنے کے لیے میرے پاس اور کچھ ہے نہیں، لہٰذا یہ غلام بیچ کر میں ساری رقم ان پر خرچ کروں گا، اسی لیے میں تمہیں کوئی خادم نہیں دے سکتا۔ ہم دونوں واپس آ گئے اور ہمارا ایک چھوٹا سا کمبل تھا جب اس سے سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا، رات کو ہم دونوں اس میں لپٹے ہوئے تھے کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے، ہم دونوں اٹھنے لگے تو فرمایا: اپنی جگہ لیٹے رہو اور پھر فرمایا تم نے جو کچھ مجھ سے مانگا ہے کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا ضرور بتا دیں۔ فرمایا: یہ چند کلمات مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں تم دونوں ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ، دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، دس مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرْ، کہا کرو اور جب بستر پر لیٹا کرو تو تینتیس (33) مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ، تینتیس (33) مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اور چونتیس (34) مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرْ، کہا کرو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جب سے میں نے یہ تسبیحات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں ہیں کبھی نہیں چھوڑیں۔

(ابو داؤد: 2/70، رحمانیہ) (سبل الھدیٰ والرشاد: 11/48، نعمانیہ)

خلاصہ:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا گھر کے سارے کام خود سر انجام دیتیں تھیں، روٹی پکانا، پانی بھرنا اور گھر کی صفائی وغیرہ کرنا۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ چکی پینے کی وجہ ان کے ہاتھوں پر اور مشکیزہ اٹھانے کی وجہ سے ان کی کمر پر نشان پڑ گئے تھے۔

یہ واقعات امت مسلمہ کی خواتین کے لیے درس نصیحت ہیں کہ اسلام میں جن گھرانوں کا مقام بہت بلند ہے ان پاکیزہ اور پاک دامن خواتین نے نہایت سادگی سے گزر بسر کیا اور گھریلو کام کو اپنے ہاتھوں سے سر انجام دیا اور اجر و ثواب کی مستحق ہوئیں، آنے والی امتوں کے لیے گویا انہوں نے نمونے قائم کر دیے۔ اور اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ انہوں نے عارضی مشقت کے بدلے میں ایسے مبارک کلمات کو

ترجیح دی، جن کا نفع نہ صرف یہ کہ ان کی ذات کو ہوا بلکہ قیامت تک امت مسلمہ ان کلمات سے جن کا نام ہی تسبیحات فاطمہ ہے، مستفید ہوتی رہے گی۔

غزوہ احد میں خدمات:

غزوہ احد اسلام کے مشہور غزوات میں سے ایک ہے، کفار کی طرف سے اہل اسلام پر ایک زبردست حملہ تھا، جس میں مسلمان خواتین نے بھی بڑی خدمات سرانجام دیں، چناچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ اور ام سلیط رضی اللہ عنہا و دیگر خواتین اسلام نے مجاہدین کو مدد پہنچانے میں بڑا کردار ادا کیا، اسی غزوہ میں جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو زخم پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو صاف کرنے لگیں، جب خون نہیں رکا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک چٹائی کے ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر ڈال دی تو خون رک گیا----- (صحیح البخاری:2/584،قدیمی)

سامانِ زندگی:

حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور تنگ دستی کی وجہ سے یہ حال تھا کہ ہمارے پاس مینڈھے کی کھال کے علاوہ اور کوئی بستر نہیں تھا جس پر ہم رات کو سو جاتے اور دن کو اسی پر اونٹ کو چارہ ڈالتے تھے، میرے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور کوئی خدمت گزار بھی نہیں تھا۔ (طبقات ابن سعد:4/253،عمریہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت:

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسا برتاؤ کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسے برداشت نہ کرسکیں اور روٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چلی گئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے چل پڑے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا شکوہ اور شکایت سنائی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیٹی! عورت کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور اس کا کہا مانے، دنیا میں کوئی جوڑا ایسا نہیں ہے کہ جس کے درمیان کبھی خفگی اور رنجش پیدا نہ ہو اور نہ یہ ممکن ہے کہ مرد ہر بات میں عورت کی مرضی پر ہی چلے، یعنی اس کو تنبیہ وغیرہ کا حق ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ نصیحت سن کر اپنے گھر لوٹ گئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ ساری بات سن رہے تھے، انہوں نے بھی قسم کھالی کہ اب کبھی ایسا طرزِ عمل اختیار نہ کروں گا جس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تکلیف پہنچے اور ان کی دل آزاری ہو۔ (طبقات ابن سعد:4/255،عمریہ)

لمحہ فکریہ!!

یہ واقعہ غور و فکر کے قابل ہے کہ کس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سے روٹھے ہوئے اپنے میکے چلی جاتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت کرتیں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ کو کتنے پیار اور اخلاق سے سلجھا کر اپنی بیٹی کو نصیحت فرماتے ہیں کہ بیٹی! گھر میں ایسے معاملے ہو جاتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اپنے خاوند کو چھوڑ کر چلی آؤ۔

آج کل ہمارے معاشرے میں دیکھیں کہ کتنے والدین اپنی بیٹیوں کو اس طرح سمجھا بجھا کر اپنے گھر بھیجتے ہیں، بیٹیاں تو نادان ہوتیں ہیں وہ تو اپنے خاوند اور سسرال کی شکایت لے کر آجاتی ہیں، لیکن والدین کو چاہیے کہ ان کو سمجھائیں کہ تمہارا اصل گھر وہی ہے اور اس کو اپنا گھر بنا کر رکھو، اس طرح سے گھریلو جھگڑے بھی ختم ہوں گے اور جو ہمارے معاشرے میں طلاق والا سلسلہ چل پڑا ہے وہ بھی تھم جائے گا اور عورتوں کی گھریلو زندگی بھی پُر سکون ہو گی۔

حضور ﷺ کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رازدارانہ گفتگو:

حضور ﷺ کے آخری ایام میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ایک بار آنحضرت ﷺ سے ملنے کے لیے تشریف لائیں، اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کو اپنے پاس بٹھالیا اور ان کے کان میں سرگوشی کی، تو وہ رونے لگیں پھر دوسرے کان میں سرگوشی کی تو ہنسنے لگیں، بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کے کانوں میں کیا سرگوشی کی تھی؟ آپ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے پہلی مرتبہ کان میں سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ قرآن سنتے اور سناتے تھے، اس سال انہوں نے دو مرتبہ سنا اور سنایا، میرا خیال ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے، اے بیٹی فاطمہ! اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا، اللہ کی شکر گزار رہنا، میں بہترین پیش رو ہوں، یہ سن کر میں گھبرا گئی اور رونے لگی، پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ! تم جنتی عورتوں کی سردار ہو، یہ سن کر میں خوش ہو گئی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھے آکر ملو گی۔

(صحیح مسلم:2/295، رحمانیہ) و (ترمذی:2/707، رحمانیہ)

حضور ﷺ کے انتقال پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اظہارِ غم:

گذشتہ واقعہ میں یہ ذکر کیا گیا کہ حضور ﷺ کے آخری ایام میں بیماری کی حالت میں مذکورہ کلام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا، حضور ﷺ پر بیماری کا غلبہ تھا، جب مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پریشانی کے عالم میں کہنے لگی: وَاكَرْبَ اَبَاهُ! (ہائے میرے باپ کی تکلیف)، اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: تیرے باپ پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں۔ یعنی آپ ﷺ اس غم والم کے جہاں سے رخصت ہونے والے ہیں۔ جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے ابا جان! جنہوں نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہا، ہائے ابا جان! جنت الفردوس جن کا ٹھکانہ ہے، ہائے ابا جان! جن کی وفات کی خبر، ہم حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیتے ہیں۔ جب حضور ﷺ کو روضۂ اطہر میں منتقل کر دیا گیا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے انس! تمہارے دل نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ تم رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالو، پھر رو پڑیں۔

(صحیح البخاری:2/641، قدیمی کتب خانہ)

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی علالت اور انتقال:

جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے طبعی طور پر ایک مشکل دَور تھا اور اس حادثہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اعصاب پر گہرا اثر ڈالا تھا، آپ رضی اللہ عنہا کی صحت بہت تیزی سے گرنے لگی، آپ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی وفات کے بعد اکثر مغموم رہتی تھیں، ان کی والدہ پہلے ہی نو عمری میں فوت ہو چکی تھیں اور بہنیں بھی حضور ﷺ کے عہد مبارک میں ہی فوت ہو گئیں، اس کے بعد خود حضور ﷺ کا وصال ان کے لیے ایک عظیم صدمہ تھا۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ کے انتقال سے چھے ماہ بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا 11 ہجری رمضان میں انتقال فرما گئیں اور یہ منگل کا دن رمضان المبارک کی تیسری تاریخ تھی اس وقت ان کی عمر انتیس (29) سال تھی۔

(طبقات ابن سعد:4/257، عمریہ)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات سے قبل ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو یہ وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد آپ مجھے غسل دینا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے معاون ہوں اور آپ کے علاوہ میرے پاس کوئی نہ آئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور غسل دینے میں دیگر صحابیات حضرت ام سلمٰی اور ام ایمن رضی اللہ عنہما وغیرہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی معاونت کی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سارے انتظامات کی نگرانی کی۔

(سبل الھدی والرشاد:11/50، نعمانیہ)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ اور تدفین:

غسل اور تدفین کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کا مرحلہ آگیا، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اے علی! آپ تشریف لائیں اور جنازہ پڑھائیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے خلیفہ رسولؐ! آپ ہی نماز جنازہ پڑھائیں، کیونکہ میں آپ کی موجودگی میں نماز جنازہ پڑھانے کے لیے پیش قدمی نہیں کرسکتا یہ آپ ہی کا حق ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نماز جنازہ پڑھایا، باقی تمام حضرات نے ان کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق تدفین رات ہی کو جنت البقیع میں ہوئی، قبر میں اتارنے کے لیے سیدنا علی اور حضرت عباس و حضرت فضل رضی اللہ عنہم نیچے اترے۔ (طبقات ابن سعد: 4/257، عمریہ)

اولاد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو خالق کائنات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانچ اولادیں عطا فرمائیں، تین لڑکے اور دو لڑکیاں۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ
2۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ
3۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا
4۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا
5۔ حضرت محسن رضی اللہ عنہ

حضرت محسن رضی اللہ عنہ صغر سنی میں ہی فوت ہو گئے، باقی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبت تھی اور حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما بھی ان کو بہت محبوب رکھتے تھے۔

اختتامی کلمات

یہ ایک مختصر سا مقالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے بارے میں بحمدہ تعالیٰ پورا ہوا۔ اس میں کوشش کی گئی ہے کہ ان چاروں مقدس خواتین کے حالاتِ زندگی مختصر اور ایک ترتیب سے ذکر ہوں، نیز ان مقدس خواتین کے حالات و واقعات سے موجودہ خواتین کو کیا سبق ملتا ہے؟ اس عنوان کو تقریباً ہر واقعے کے ساتھ ذکر کیا ہے تاکہ ہماری مائیں بہنیں ان کو اپنے لیے نمونہ (آئیڈیل) بنائیں اور ان کی زندگی سے سبق حاصل کر سکیں۔

اپنے سردار، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مقدس کے مقام و مرتبہ کے بیان کے لیے یہ ایک حقیر سی سعی ہے، مالک کریم اس ادنیٰ سی سعی اور کوشش کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول و منظور فرمائے اور اہل اسلام کو اس سے نفع بخشے۔ (آمین)

مراجع ومصادر

نمبر شمار	کتاب	مصنف/ومؤلف	مکتبہ
1	تفسیر قرطبی	ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی	دار احیاء، بیروت
2	الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسماعیل البخاری	قدیمی/رحمانیہ
3	الصحیح لمسلم	امام مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری	رحمانیہ
4	سنن أبی داود	سلیمان بن اشعث بن شداد بن عمرو، الأزدی	رحمانیہ
5	سنن الترمذی	حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	رحمانیہ
6	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی	رحمانیہ
7	سنن ابن ماجہ	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی	قدیمی کتب خانہ
8	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی بن حسام الدین الہندی	رحمانیہ
9	السنن الکبریٰ للبیہقی	ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی	دار الکتب العلمیہ
10	المعجم الکبیر	ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر الشامی الطبرانی	دار الکتب العلمیہ
11	مسند امام احمد بن حنبل	ابو عبد اللہ احمد بن محمد السیال	دار احیاء التراث
12	المستدرک علی الصحیحین	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم	قدیمی کتب خانہ
13	دلائل النبوۃ	ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسی البیہقی	دار الکتب العلمیہ
14	سبل الہدیٰ والرشاد	محمد بن یوسف الصالحی الشامی	نعمانیہ
15	الطبقات الکبریٰ	ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الزہری، المعروف بابن سعد	عمریہ
16	البدایہ والنہایہ	ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری	دار الکتب العلمیہ
17	سیرت النبی ﷺ ابن ہشام (اردو)	ترجمہ: مولوی قطب الدین احمد صاحب محمودی	رحمانیہ
18	بنات اربعہ	مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتاب
19	اولاد رسول ﷺ کا مختصر تعارف	مولانا محمد ندیم قاسمی	سید احمد شہید
20	پیاری نبی ﷺ کی پیاری صاحبزادیاں	صاحبزادہ حافظ حقانی میاں صاحب	دار الاشاعت
21	خاندان نبوی ﷺ کے چشم وچراغ	ابن سرور محمد اویس	بیت العلوم
22	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سو قصے	مولانا محمد اویس سرور	بیت العلوم